۱۸

نماز باجماعت پڑھنے کی سخت تاکید

ولی کی رضامندی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہوسکتا

چندوں کے متعلق ایک اعتراض کا جواب

(فرمودہ ۱۸؍جون ۱۹۳۷ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دو تین سال ہوئے میں نے قادیان کی تنظیم مساجد کے مطابق کرنے کے متعلق بعض ہدایات دی تھیں اور میری غرض اِس تنظیم سے یہ تھی کہ ایک تو نماز باجماعت جو اسلام کا نہایت ہی اہم اصل ہے اور جس کے بغیر انسان مومن ہی نہیں ہوسکتا اس کی طرف جماعت کو زیادہ توجہ ہوجائے۔ اور دوسرے لوگوں کا اجتماع خدا کے گھر میں پانچ اوقات میں ایسی طرز پر ہو کہ سلسلہ کے کارکن انہیں دین کے متعلق واقفیت بہم پہنچاتے ہوئے ضروری مسائل سے آگاہ رکھ سکیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں پہلے زمانہ کی نسبت تو اس انتظام کے بعد نماز باجماعت کی ادائیگی میں ترقی نظر آتی ہے لیکن جو دوسری غرض تھی کہ اس اجتماع کو دینی واقفیت اور تربیت کا ذریعہ بنایا جائے، مجھے اِس میں بہت سی کمی دکھائی دیتی ہے اور مساجد کے اجتماع سے محلے والے وہ فائدہ نہیں اُٹھاتے جو انہیں اُٹھانا چاہئے اور نہ وہ نفع حاصل کرتے ہیں جس

نفع کا حاصل کرنا خدا تعالیٰ کا منشاء ہے۔ بلکہ میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ گو پہلے زمانہ کی نسبت نماز باجماعت کی پابندی اب زیادہ ہے مگر جب میں نے ابتدا میں یہ ہدایت کی تھی تو جس زور وشور سے لوگ باجماعت نماز میں شامل ہؤا کرتے تھے وہ زور وشور مجھے اب نظر نہیں آتا۔ میں نے تاکید کی تھی کہ خصوصیت سے بچوں اور نوجوانوں کو مساجد میں لایا جائے۔ کیونکہ اِسی عمر میں انہیں باجماعت نماز کی عادت پڑ سکتی ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق کثرت سے بچے اور نوجوان مساجد میں آتے اور چھوٹی مسجد کے متعلق تو مجھے معلوم ہے کہ وہ بالکل پُر ہو جاتی تھی اور دوسرے حصہ مسجد میں بعض کو نماز پڑھنی پڑی تھی۔ مجھے یاد ہے اُس وقت نہایت کثرت سے بچے آتے مگر اب وہ شکلیں مجھے کم نظر آتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب لوگوں میں نماز باجماعت کی طرف سے غفلت ہو جاتی ہے اور نماز کے فوائد اُن کے کانوں تک نہیں پہنچتے تو آہستہ آہستہ لوگ ان مسائل سے غافل ہو جاتے ہیں اور دین میں بہت بڑا رخنہ واقعہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ نماز باجماعت کے کئی فائدے ہیں۔

اوّل تو نماز باجماعت کی پابندی سے اسلام اور ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ گویا یہ پہلا فائدہ ہے جو نماز باجماعت سے حاصل ہوتا ہے۔

دوسرے نماز باجماعت کی ادائیگی کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا ہے۔

تیسرے جماعت میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا ہے۔

چوتھے لوگوں کو ایک دوسرے کے حالات کا علم ہوتا رہتا ہے۔

پانچویں جب بغیر کسی خاص تحریک کے پانچ وقت اجتماع ہو تو اس اجتماع سے یہ فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے کہ ضروری مسائل سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور ان کی تعلیم و تربیت کیلئے ضروری تقاریر کرائی جائیں۔ ان فوائد میں سے آخری فائدہ ایسا ہے جو خود توجہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر توجہ نہ کی جائے تو یہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر چونکہ ہماری جماعت نے پانچ وقتوں کے اجتماعات سے اِس لحاظ سے فائدہ اُٹھانے کی طرف توجہ نہیں کی اِس لئے میں دیکھتا ہوں کہ قادیان میں بعض دفعہ معمولی دینی مسائل سے بھی لوگ ناواقف رہتے ہیں۔

پس آج ایک تو مَیں تمام محلوں والوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کو نماز باجماعت میں شامل ہونا چاہیئے سوائے اس کے جو اتنی دور کام پر گیا ہؤا ہو کہ وہاں سے مسجد میں نماز باجماعت کیلئے

نہ آسکتا ہو یا بیمار اور معذور ہو۔ اِس قسم کی مستثنیات ہمیشہ موجود ہوتی ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے بھی مستثنیات کا سلسلہ کیسا شروع کیا ہے۔ ہماری شریعت کا حکم ہے اگر انسان کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ جائے۔ بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے اور اگر لیٹ کر اشاروں سے بھی نہ پڑھ سکے تو دل میں ہی پڑھ لے۔ پھر وضو کیلئے کس طرح مستثنیٰ مقرر کر دیا کہ پانی سے وضو کرو اور اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کر لو۔ غرض ہر حالت کیلئے ہماری شریعت نے مستثنیات رکھی ہیں۔ پس ہم یہ نہیں کہتے کہ خواہ کیسی ہی حالت ہو نماز کیلئے مسجد میں آنا چاہئے۔ ایک شخص بیمار ہو تو وہ بیماری کی حالت میں مسجد میں نہیں آسکتا۔ ایک شخص اپنے کاروبار کے لئے دو تین میل دور جاتا ہے تو اس کیلئے سوائے اِس کے کہ کوئی صورت نہیں کہ یا اکیلے نماز پڑھے یا کسی اور کو اپنے ساتھ شامل کر کے جماعت کرالے۔ تو ان مستثنیات کو علیحدہ کر کے کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری جماعت کے تمام دوست نماز با جماعت میں شامل ہوں۔

بعض افسر شکوہ کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کو توجہ دلاتے ہیں مگر وہ پھر بھی نماز با جماعت کیلئے نہیں آتے۔ میرے نزدیک اتنی مایوسی کی حالت نہیں ہوتی جتنی وہ ظاہر کرتے ہیں۔ آخر جو شخص خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اُس کے سامنے اگر کھول کر بیان کیا جائے کہ اسلام نے نماز با جماعت کی کتنی تاکید کی ہے اور اس کے کیا کیا فوائد ہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کوئی شخص با جماعت نماز میں شامل ہونے میں تأمّل کرے سوائے ایسے شخص کے جس کے ایمان میں خلل واقع ہو چکا ہو۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو پورے طور پر سمجھایا نہیں جاتا۔ اس وجہ سے وہ چھوٹے چھوٹے حرج کے خوف سے نماز با جماعت میں شامل ہونے سے کوتاہی کر جاتے ہیں۔ لیکن اگر سلسلہ کے علماء اس طرف توجہ کریں اور وہ گھروں پر پہنچ کر لوگوں کو اِن مسائل سے آگاہ کریں تو میں سمجھتا ہوں بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو جائے اور جو باوجود سمجھانے کے اپنی اصلاح نہیں کرے گا اس کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ وہ مومن نہیں کیونکہ اس نے اپنے نِفاق پر خود مُہر لگا دی۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں جو نماز با جماعت کی پابندی نہیں کرتا وہ منافق ہے[1]۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ عشاء اور فجر کی نمازوں میں نہیں آتے، میرا جی چاہتا ہے کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔[2] ظہر، عصر اور شام کی نمازوں میں زمیندار اپنے کھیتوں میں کام کر رہے ہوتے ہیں یا کام ختم کر کے واپس آنے کی تیاری میں ہوتے ہیں اِس لئے اُس وقت سب مسلمانوں سے یہ امید کرنا کہ وہ مسجد میں آئیں ایک ناواجب مطالبہ ہے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ نے ان نمازوں کا

ذکر نہیں کیا ورنہ جماعت کے ساتھ تو سب نمازیں ہی ضروری ہیں۔ پس اُس وقت ہمارا بھی ان سے یہی مطالبہ ہوگا کہ اگر وہ اکیلے ہیں تو اکیلے نماز پڑھ لیں اور اگر کوئی دوسرا مل سکے تو اُس سے مل کر جماعت کرالیں۔ لیکن عشاء اور فجر دو وقت ایسے ہیں جب لوگ بِالعموم اپنے گھروں پر ہوتے ہیں۔ زمینداروں میں سے ایک حصہ گو ایسا بھی ہوتا ہے جو فجر سے پہلے اپنے کھیتوں میں چلا جاتا ہے لیکن زیادہ تر گھروں پر ہی موجود ہوتے ہیں۔ پس چونکہ یہ ایسے وقت ہیں جن میں عُذر بہت کم اور شاذ ہوتا ہے اس لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ عشاء اور فجر کی نماز میں نہیں آتے، میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی اور کو امام بناؤں جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور کچھ لوگ اپنے ساتھ لوں اور ان کے سروں پر لکڑیوں کے گٹھے رکھوادوں اور ان لوگوں کے مکانوں پر جاکر جو عشاء اور فجر کی نمازوں میں نہیں آتے آگ لگا دوں اور انہیں گھروں سمیت جلا ڈالوں۔[۳] دیکھو ہماری شریعت میں نماز باجماعت نہ پڑھنے کے متعلق کتنا شدید حکم ہے اور وہ بھی ایسے انسان کی طرف سے جو رحمِ مجسم تھا۔ جس نے شدید ترین دشمنوں سے عفو کا سلوک کیا۔ وہ سمجھتا ہے کہ جو لوگ نماز باجماعت میں شامل نہیں ہوتے وہ اس قابل ہیں کہ زندہ جلا دیئے جائیں۔ کیونکہ ان میں انسانیت کا شائبہ تک باقی نہیں رہا۔ اگر شریعت کے یہ احکام لوگوں کو بتائے جائیں اور رسول کریم ﷺ کی احادیث سے انہیں مسائل سمجھائے جائیں تو میں سمجھتا ہوں جو مومن ہیں وہ اپنی اصلاح ضرور کرلیں گے۔

پس محلّہ کے افسروں پر اس کی بہت بڑی ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ اسی طرح سلسلہ کے علماء پر بھی بہت بڑی ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ اوّل تو ہر محلّہ کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ ان لوگوں کو سمجھائیں جو نماز باجماعت میں شامل نہیں ہوتے اگر ان کے سمجھانے سے نہ سمجھیں تو سلسلہ کے علماء کو ان کے پاس لے جائیں اور سمجھانے کی کوشش کریں۔ اور اگر کوئی ایسا ہو جس کی پھر بھی اصلاح نہ ہو تو اُس کی شکایت میرے پاس کی جائے۔ لیکن میرے پاس شکایت کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اُس پر خود حجت تمام کرلو۔ یہ نہیں کہ مسجد میں وعظ کیا اور سمجھ لیا کہ ہمارا فرض ادا ہوگیا۔ بلکہ جو لوگ نہیں آتے ان کے گھروں پر پہنچ کر انہیں سمجھایا جائے۔ اُن کی بیویوں اور بچوں کو بھی سمجھایا جائے تاکہ اگر ان میں سے کوئی غلطی کرے تو دوسرا اُسے ہوشیار کرسکے۔ اسی طرح چاہئے کہ علماء کو گھروں پر لے جایا جائے اور ان کے ذریعہ سمجھایا جاوے اور اگر ان دو صورتوں کے بعد بھی کسی شخص کی اصلاح نہ ہو تو پھر مجھے لکھو۔ میں ایسے

شخص کو سمجھانے کی کوشش کروں گا اور اگر وہ نہیں مانے گا تو میں سمجھوں گا ایسا شخص صرف نام کے طور پر احمدیت میں شامل ہے، دل اس کا احمدیت کی صداقت پر ایمان نہیں رکھتا۔ پھر ایسے لوگوں کا ہماری جماعت میں شامل رہنا زیادہ مُضِرّ ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ نکل جائیں۔

اِسی طرح نماز باجماعت کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں ہر محلے والوں کو چاہئے کہ وہ ہفتہ میں ایک دفعہ علماء سلسلہ کو لے جایا کریں اور ان روزمرہ کام آنے والے مسائل کے متعلق جن کا جاننا ہر شخص کیلئے ضروری ہے، ان سے وعظ کرایا کریں۔ مثلاً جن محلوں میں تاجر زیادہ ہیں اُن میں تاجرانہ ایمانداری کے متعلق وعظ ہونے چاہئیں، جن میں زمیندار زیادہ ہیں ان میں انہی عیبوں کے متعلق لیکچر دلانے چاہئیں جن میں بِالعموم زمیندار مبتلا ہوتے ہیں۔ مثلاً لڑکیوں کو ورثہ نہ دینا، سودی قرض لینا اور اسی طرح کے اور معاملات جو عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن سے عوام الناس واقف نہیں ہوتے۔ بیشک جب وہ ان عیوب کا ارتکاب کریں گے ہم انہیں مجرم قرار دیں گے لیکن ان کا جُرم غفلت کی وجہ سے ہوگا شرارت کی وجہ سے نہیں۔ پس یہ ایک عظیم الشان فائدہ ہے جو نماز باجماعت سے حاصل ہوسکتا ہے۔ لیکن نماز باجماعت کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے لوگ ان فوائد سے محروم رہتے ہیں اور وہ بعض دفعہ ایسی حرکات کے مرتکب ہوجاتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ میں قادیان میں دو تین سال سے ایسے حالات دیکھ رہا ہوں کہ اگر میری ہدایات کی پابندی کی جاتی اور محلوں میں علمائے سلسلہ کے وعظ ہوتے رہتے تو وہ واقعات یا تو بالکل نمودار نہ ہوتے یا اگر ہوتے تو بہت کم۔

ہمارے زمینداروں میں سکھوں کے ساتھ رہائش رکھنے کی وجہ سے مرد و عورت کے تعلقات کے متعلق اسلامی تعلیم سے بہت حد تک غفلت پیدا ہوگئی ہے۔ سکھوں میں عام طور پر شادی کے طریق اسلامی طریق کے بالکل خلاف ہیں۔ مثلاً چادر ڈال دیتے ہیں یا اگر لڑکی راضی ہو تو ماں باپ کی مرضی کے بغیر اُس سے شادی کرلیتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی یہ رسوم مسلمانوں میں بھی پیدا ہوگئی ہیں۔ حالانکہ اسلام کی تعلیم اس کے بالکل اُلٹ ہے۔ اسلام میں عورت سے برابر کا سلوک کیا جاتا ہے۔ جیسے حق مردوں کے رکھے گئے ہیں اسی طرح عورت کے بھی رکھے گئے ہیں اور نکاح کے متعلق تو خصوصیت سے اسلام نے بعض قوانین مقرر کئے ہیں۔ جب تک ان قوانین کی پابندی نہ کی جائے اُس وقت تک انسان

گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ لیکن متواتر میرے پاس ایسے کیس آئے ہیں اور گو عام طور پر وہ ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں قادیان سے باہر رہنے والے لوگ مبتلا ہوتے ہیں یا بعض دفعہ قادیان کا کیس ہوتا ہے لیکن اس کی ابتدا باہر کی زندگی سے ہوئی ہوتی ہے لیکن بہر حال وہ قادیان کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور ایسے واقعات سُننے میں آتے ہیں کہ بعض لوگ عورتوں سے بغیر ان کے ماں باپ یا بھائیوں یا چچاؤں کی رضامندی کے محض عورت کی رضامندی دیکھ کر شادی کر لیتے ہیں اور اسے بالکل جائز سمجھتے ہیں۔ چونکہ عام طور پر زمینداروں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے اور کسی جگہ وہ اپنی رضامندی کا اظہار کر دے تو ماں باپ یا بھائیوں یا چچوں کی رضامندی کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے وہ ایسی لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے گھروں میں بسا لیتے ہیں حالانکہ اسلام نے ایسے نکاحوں کی ہرگز اجازت نہیں دی۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ [۴] ولی کی رضامندی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہوسکتا۔ اوّل ولی جو شریعت نے مقرر کیا باپ ہے، باپ نہ ہو تو پھر بھائی ولی ہیں اور اگر بھائی نہ ہوں تو چچے ولی ہیں۔ غرض قریب اور بعید کے جدی رشتے دار ایک دوسرے کے بعد ولی ہوتے چلے جاتے ہیں اور اگر کسی لڑکی کا باپ موجود ہو تو اُس کی اجازت کے بغیر سوائے مذہبی تبائن اور پھر قضا کی اجازت کے بغیر ہرگز نکاح جائز نہیں۔ اگر باپ نہ ہو تو بھائیوں کی اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں۔ اگر بھائی نہ ہوں تو چچوں کی اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی بھی جدی رشتہ دار موجود نہ ہو تو قاضی یا عدالت کی اجازت سے اُس لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے لیکن اس کے بغیر جو نکاح ہوا گر مسلمانوں نے کیا ہو تو اس کا نام اسلام نے نکاح نہیں بلکہ اُدھالا رکھا ہے۔

ابھی چند دن ہوئے میرے پاس ایک کیس آیا۔ چند غیر احمدی میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہماری لڑکی آپ کا ایک احمدی نکال کر لے آیا ہے۔ اوّل تو میرے لئے یہی سُننا سخت شرمندگی کا موجب تھا کہ ایک احمدی کسی کی لڑکی نکال لائے۔ لیکن جب ایسے واقعات ہوں تو سننے ہی پڑتے ہیں۔ میں نے بھی ان کے واقعات سُنے اور ناظر صاحب امور عامہ کو چٹھی لکھی کہ اس لڑکی اور لڑکے کا پتہ لگایا جائے کہ آیا وہ یہاں ہیں یا نہیں۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہ لڑکی یہاں ہے لیکن کسی گھر میں پوشیدہ ہے۔ پرسوں رات میں سو چکا تھا بارہ ایک بجے کا وقت تھا چونکہ ہم گیارہ بارہ بجے کے درمیان سوتے ہیں اس لئے گو بارہ بجے کے بعد کا وقت ہوگا کہ کسی نے آکر مجھے جگایا اور کہا کہ سید ولی اللہ شاہ صاحب نے جو ناظر

امور عامہ ہیں رُقعہ بھیجا ہے۔ میں نے وہ رُقعہ کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ لڑکی مل گئی ہے اور وہ فلاں گھر میں موجود ہے اور محلے والوں نے مکان پر پہرہ لگا دیا ہے تا وہ کہیں نکل نہ جائے۔ اب آپ بتائیں کہ کیا کریں۔ میں نے انہیں لکھا کہ جن کے مکان میں وہ رہتی ہے ہمیں معلوم نہیں کہ انہیں سارے حالات کا علم ہے یا نہیں اس لئے آپ انہیں سمجھا دیں کہ یہ شریعت کے خلاف بات ہے اور کسی غیر لڑکی کو اس طرح نکاح میں لے آنا ہرگز جائز نہیں چاہے وہ بالغ ہی کیوں نہ ہو۔ پس آپ کو چاہئے کہ لڑکی رشتہ داروں کے سپرد کرا دیں اور اگر وہ لڑکی رشتہ داروں کے سپرد نہ کریں اور معاملہ پولیس کے سپرد ہوسکتا ہوتو پولیس کے پاس پہنچا دیا جائے اور انہیں ہماری طرف سے اچھی طرح سے بتا دیا جائے کہ اسلامی شریعت کی رو سے یہ بات جائز نہیں۔

اس کے بعد مجھے رات کو کچھ معلوم نہیں ہوا۔ البتہ صبح کو ایک عورت میرے پاس آئی جو اُس لڑکے کی والدہ تھی جس پر یہ الزام لگا کہ اُس نے لڑکی نکالی۔ مجھے کہنے لگی میرا خسر پُرانا احمدی تھا اور اس نے احمدیت کی خاطر بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں۔ اِس لڑکی کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ میرے لڑکے سے بیاہ دیں گے لیکن بعد میں ان کی نیت بدل گئی اور انہوں نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ لڑکی کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بھاگ کر قادیان آگئی۔ اس کے رشتہ دار اس کے پاس پہنچ گئے۔ ہم نے انہیں کہا کہ اپنی لڑکی بے شک لے جاؤ مگر وہ لڑکی گئی نہیں۔ محلّہ کے جو افسر تھے انہیں جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے کہا تم قادیان سے چلے جاؤ۔ چنانچہ ہم باہر گئے اور ایک جگہ اس لڑکی سے نکاح پڑھوا کے واپس آگئے۔ میں نے اُس عورت کو سمجھایا کہ دیکھو سوال یہ نہیں کہ تمہارے لڑکے نے اب اس لڑکی سے نکاح کر لیا ہے یا نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ آیا شریعت نے اِس نکاح کی اجازت دی ہے یا نہیں۔ میں نے کہا تم کہتی ہو کہ ہم نے احمدیت کی خاطر بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو تم خود ہی بتاؤ کہ تم اپنی اس حرکت سے اسلام اور احمدیت کی بدنامی کا موجب بن جاؤ تو کتنے افسوس کی بات ہوگی۔ تمہاری تمام تکلیفیں جو تم نے احمدیت کی خاطر برداشت کیں رائیگاں چلی جائیں گی اور تمہاری عاقبت خراب ہو جائے گی۔ وہ کہنے لگی لڑکی کہتی تھی کہ میں مر جاؤں گی لیکن کسی اور جگہ نہیں جاؤں گی۔ میں نے کہا کہ اگر وہ مرتی تو اُس کا گُناہ اُس پر ہوتا، تم پر نہ ہوتا یا گورنمنٹ پر اس کی زمہ داری عائد ہوتی تمہارا کام یہی تھا کہ تُم اُسے رُخصت کر دیتے اور کہہ دیتے کہ جب تک تمہارا ولی راضی

نہ ہو جائے اُس وقت تک تم ہمارے ہاں نہ آؤ۔ پھر میں نے کہا کہ تمہارے لئے اب بھی یہی مناسب ہے کہ لڑکی واپس کر دو اور پھر اُس کے رشتہ داروں کی منت سماجت کرو کہ اب تمہاری بھی ذِلّت ہے اور ہماری بھی ذِلّت ، بہتر ہے یہی نکاح قائم رکھا جائے۔ اس کے بعد مجھے معلوم نہیں ہوا کہ کیا ہوا۔ لیکن آج مجھے پھر ایک چٹھی ملی اور وہ چٹھی ان لوگوں کی طرف سے ہے جن کا اصل مکان ہے۔ وہ شکایت کرتے ہیں کہ محلے والے انہیں دِق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لڑکی یہاں کیوں رہتی ہے۔ جس سے میں سمجھتا ہوں کہ اس کا معاملہ ابھی تک تصفیہ نہیں ہوا مجھے دوسرے ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ یہ معاملہ پولیس کے دخل دینے والا نہیں۔ لڑکی جوان ہے اور وہ مجسٹریٹ کے سامنے بیان دے چکی ہے کہ میں اسی لڑکے کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ لیکن خواہ مجسٹریٹ کے سامنے وہ لڑکی جواب دے چکی ہو کسی مجسٹریٹ، کسی قاضی اور کسی حکومت کے کہنے سے یہ نکاح جائز نہیں ہوسکتا۔

جس بات کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز قرار دیا ہے اگر اس بات کو ساری دنیا کی حکومتیں مل کر بھی جائز قرار دیں تو وہ جائز نہیں ہوسکتی۔ ایک غیر احمدی کیلئے، ایک ہندو کیلئے اور ایک عیسائی کیلئے حکومت کا قانون تسلی کا موجب ہوسکتا ہے۔ کیونکہ غیر احمدیوں کے پاس گو ایک سچا مذہب ہے لیکن وہ اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے۔ قرآن مجید ان کے پاس ہے لیکن وہ اسے بھول چکے ہیں۔ عیسائی شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں اور ان کے ہاں شریعت دستور اور رسم و رواج کا نام ہے۔ ہندو بھی مذہب سے بیگانہ ہو چکے ہیں لیکن ہمارے ہاں معزز وہ ہے جو شریعت پر عمل کرتا ہے اور اِسی شریعتِ اسلامی کو دنیا میں صحیح طور پر قائم کرنا احمدیت کی غرض ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے اور واقعہ میں آپ اُسی کی طرف سے ہیں تو ہماری شریعت یہی کہتی ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر سوائے ان مستثنیات کے جن کا استثناء خود شریعت نے رکھا ہے، کوئی نکاح جائز نہیں اور اگر ہوگا تو ناجائز نکاح ہوگا اور ادھالا ہوگا اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو سمجھائیں اور اگر نہ سمجھیں تو ان سے قطع تعلق کرلیں۔

اِس قسم کے واقعات بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک لڑکی نے جو، جوان تھی ایک شخص سے شادی کی خواہش کی مگر اس کے باپ نے نہ مانا۔ وہ دونوں ننگل چلے گئے اور جا کر کسی مُلّانے سے نکاح پڑھوا لیا اور کہنا شروع کر دیا کہ ان کی

شادی ہوگئی ہے۔ پھر وہ قادیان آگئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے ان دونوں کو قادیان سے نکال دیا اور فرمایا یہ شریعت کے خلاف فعل ہے کہ محض لڑکی کی رضامندی دیکھ کر ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا جائے۔ وہاں بھی لڑکی راضی تھی اور کہتی تھی کہ میں اس مرد سے شادی کروں گی لیکن چونکہ ولی کی اجازت کے بغیر انہوں نے نکاح پڑھوایا اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں قادیان سے نکال دیا۔ اسیطرح یہ جو نکاح ہوا یہ بھی ناجائز ہے اور یہی وہ بات ہے جو میں نے اس مائی سے کہی۔ میں نے اسے کہا دیکھو اِس وقت تمہارے بیٹے کو رشتہ مل رہا ہے اس لئے تم کہتی ہو جب لڑکی راضی ہے تو کسی ولی کی رضامندی کی کیا ضرورت ہے لیکن تمہاری بھی لڑکیاں ہیں اور اگر وہ بیاہی جا چکی ہیں تو ان کی بھی لڑکیاں ہوں گی کیا تم پسند کرتی ہو کہ ان میں سے کوئی لڑکی اسی طرح نکل کر کسی غیر مرد کے ساتھ چلی جائے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ایک مقام پر فرماتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ بدسلوکی نہ کرو۔[۵] کیونکہ اگر آج کوئی یتیم ہے تو کل تمہارے گھر میں بھی یتیم بن سکتے ہیں۔ اسی طرح میں نے اسے کہا تم سوچو اگر کل تمہاری بیٹی یا نواسی اُدھل کر چلی جائے تو کیا تم ٹھنڈے دل سے یہ کہنے کے لئے تیار ہوگی کہ ہم اس کے جانے پر خوش ہیں۔ کیا ہوا اگر ہم ناراض ہیں۔ وہ تو جس جگہ گئی اس جگہ جانے پر راضی تھی۔ اگر کوئی شریف گھرانہ اپنی لڑکیوں کے متعلق اس قسم کی بات برداشت نہیں کرسکتا تو دوسروں کی لڑکیوں کے متعلق بھی یہ بات برداشت نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی اور کی لڑکی ولی کی رضامندی کے بغیر آجائے تو کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں، لڑکی کی مرضی یہی تھی۔ اور جب ان کی اپنی لڑکی کسی غیر مرد کے ساتھ نکل جائے تو کہتے ہیں کہ اس بے حیا کا سر کاٹ دینا چاہئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نفس اندر سے انہیں بھی مجرم قرار دے رہا ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ایک دفعہ ایک چور سے کہا دیکھو تم لوگوں پر کتنا ظلم کرتے ہو۔ ان کی محنت تم جا کر چُرا لاتے ہو۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی ؟ وہ کہنے لگا واہ مولوی صاحب ! آپ نے بھی عجیب بات کہی بھلا ہمارے جیسی بھی کوئی شخص محنت کرتا ہے۔ لوگ دن کو محنت کرتے ہیں اور ہم رات کو جب تمام لوگ آرام سے سوئے ہوئے ہوتے ہیں، روزی کمانے کیلئے نکلتے اور اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں کیا اس سے زیادہ بھی کوئی حلال کی روزی ہے؟ آپ فرماتے ہیں میں نے سمجھا یہ اس طرح

قابو نہیں آئے گا کسی اور طرح اسے سمجھانا چاہئے۔ چنانچہ آپ نے اُس سے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں اور پوچھا تم چوری کس طرح کرتے ہو۔ کہنے لگا چوری کیلئے پانچ آدمی ہونے ضروری ہیں۔ ایک تو گھر کا راز دان ہوتا ہے وہ بتاتا ہے کہ فلاں فلاں جگہ سے راستہ ہے۔ فلاں جگہ اِتنا مال پڑا ہے۔ گھر والے باہر سوتے ہیں یا اندر ہوشیار رہتے ہیں یا غافل۔ پھر ایک سینده لگانے کا مشّاق ہوتا ہے۔ ایک آدمی اندر جاتا ہے ایک دُور کھڑا پہرہ دیتا رہتا ہے اور ایک سنار ہوتا ہے۔ جب ہم زیور چُرا کر لاتے ہیں تو اس کو سنار کے پاس لے جاتے ہیں وہ فوراً گلا دیتا ہے اور پھر کوئی پہچان بھی نہیں سکتا کہ کس کا زیور ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے اِس پر اُسے کہا۔ اگر وہ سنار کچھ سونا رکھ لے تو تم کیا کرو؟ تم کوئی نالش تو کر نہیں سکتے۔ وہ بڑے غصے سے کہنے لگا کیا وہ اتنا بے ایمان ہو جائے گا کہ ہم اُسے سونا دیں اور وہ رکھ لے؟ میں نے کہا تم ابھی تو یہ کہہ رہے تھے کہ اصل حلال روزی ہماری ہی ہے اور ابھی سنار کو سونا چُرانے پر تم بے ایمان بتا رہے ہو، یہ کیا بات ہے۔ تو اصل بات یہ ہے جب دوسروں کے مال کی چوری ہو تو انسان کہتا ہے یہ چوری نہیں کسب ہے اور جب اپنے مال کا سوال آجائے تو کہنے لگ جاتا ہے کیا کوئی اتنا بھی بے ایمان ہو گیا ہے کہ ہمارا مال چرالے۔ تو شریعت نے اچھے بُرے فعل کے پہچاننے کا یہ ایک نہایت ہی آسان گُر بتا دیا ہے۔ وہ کہتی ہے جب تم کسی سے کوئی معاملہ کرو تو یہ سوچ لیا کرو کہ اگر وہی معاملہ تم سے کیا جائے تو تم خوش ہو یا ناراض۔ اسی طرح سوچ لو اگر تمہاری لڑکیاں کسی جگہ راضی ہوں اور تم ناراض اور پھر وہ تمہاری رضامندی کے خلاف گھر سے باہر جا کر کسی سے نکاح پڑھوا لیں تو کیا تم ہنستے ہوئے لوگوں سے یہ ذکر کرو گے کہ آج ہماری لڑکی اپنی مرضی سے فلاں مرد کے ساتھ نکل گئی یا شرم محسوس کرو گے؟ اگر تم اپنے متعلق اس قسم کے واقعات کو پسند کرو اور کہو کہ خدا کرے کہ ہماری لڑکیوں کے ساتھ بھی یہ واقعات پیش آئیں تب تو میں مان لوں گا کہ تمہاری فطرت اسے جائز قرار دیتی ہے لیکن اگر تم اس کیلئے تیار نہ ہو تو سمجھ لو کہ محمد ﷺ نے جو تعلیم دی ہے وہی پاک اور سچی تعلیم ہے اور اگر ہم اس بات کی اجازت دے دیں کہ جہاں لڑکی کا جی چاہے وہاں چلی جائے تو قوم کے اخلاق تباہ ہو جائیں۔ حالانکہ ہمارا قیام لڑکیاں لینے کیلئے نہیں بلکہ روحانیت قائم کرنے کے لئے ہے۔ اگر اس کے نتیجہ میں دس ہزار آدمی بھی ہم میں سے مرتد ہوتا ہو تو اس کا برداشت کرنا ہمارے لئے اس بات سے زیادہ آسان ہے کہ ہم قومی اخلاق تباہ کر کے دس بیس ہزار لڑکیاں لے آئیں۔

پس میں پھر اس بات کو کھول کر خطبہ میں بیان کر دیتا ہوں کہ ولی کی رضامندی کے بغیر لڑکی کی رضامندی کوئی چیز نہیں۔ بے شک گورنمنٹ کا قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ بالغ لڑکی جہاں چاہے شادی کرلے لیکن گورنمنٹ کا قانون سُود لینا بھی جائز سمجھتا ہے۔ گورنمنٹ کا قانون سؤر کھانا بھی درست قرار دیتا ہے۔ گورنمنٹ کا قانون شراب پینا بھی درست سمجھتا ہے۔ مگر کیا اس وجہ سے گورنمنٹ کے قانون میں اس کی اجازت ہے ہمارے لئے سُود لینا یا سؤر کھانا یا شراب پینا جائز ہے؟ پھر صرف اس وجہ سے کہ لڑکی مجسٹریٹ کے سامنے بیان دے چکی ہے یہ نکاح کس طرح جائز سمجھا جا سکتا ہے۔ بیشک اِس فعل پر گورنمنٹ انہیں قید نہیں کرے گی۔ لیکن اگر وہ اس فعل سے باز نہ آئے اور انہوں نے سچی توبہ نہ کی تو یاد رکھیں ان کے ہاں بھی بیٹیاں ہونے والی ہیں اور خدا کا قانون دنیا میں ایسا جاری ہے کہ اگر سچی توبہ نہ کی جائے تو کوئی گناہ بدلہ کے بغیر نہیں رہ سکتا اور اگر اگلی نسل سے بدلہ نہ لیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں جن کی بیٹی بھاگی ہے دو چار پشت پہلے انہوں بھی کسی کی بیٹی کو بھگایا ہوگا اور اب جو اس گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں انہوں نے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے انہیں بھی بدلہ مل جائے گا۔

پس بہتر ہے کہ وہ توبہ کریں اور اپنے اس فعل سے باز آئیں۔ مگر توبہ یہ نہیں کہ تم کسی کا روپیہ اُٹھالو اور اُسے گھر میں رکھ لو، کسی کی بھینس چرالو اور اسے گھر میں رکھ کر صبح وشام اس کا دودھ پیئو۔ کسی کے گھوڑے چُرالو اور دن رات ان پر سواری کرو اور منہ سے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتے پھرو یہ تمہارا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہنا بالکل جھوٹا اور بناوٹی ہوگا۔ اور خدا اُس وقت تک تمہاری توبہ قبول نہیں کرے گا جب تک تم وہ روپے، وہ بھینس اور وہ گھوڑے ان کے مالکوں کے حوالے نہ کرو۔ ہاں جب تم یہ چیزیں اصل مالکوں کو دے دیتے ہو اور پھر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتے ہو تو اس حالت میں تمہارا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہنا قبول ہوسکتا ہے ورنہ اور کسی صورت میں توبہ قبول نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح یہ لوگ جس عورت کو نکال کر لائے ہیں اسے واپس کر دیں اور سچی توبہ کریں تب تو اللہ تعالیٰ انہیں محفوظ رکھے گا۔ ورنہ یاد رکھیں کسی نہ کسی رنگ میں بدلہ انہیں مل کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ انہیں ذِلّت پہنچا کر چھوڑے گا۔ میں اس موقع پر دوسروں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آئندہ جب وہ کسی سے معاملہ کیا کریں تو دیکھ لیا کریں کہ اگر ان کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہو تو وہ رنج محسوس کریں گے یا خوشی۔ اگر تمہاری فطرت اپنے متعلق اس قسم کے واقعات کو ناپسند کرے تو دوسروں کے ساتھ بھی ویسا معاملہ نہ کرو اور یہ یاد رکھو کہ تمہاری اپنی خواہشات پر خدا تعالیٰ کا

قانون بہر حال مقدم ہے۔تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا استاد مانا ہے۔اب یہ بھی کیا ہوا تم منہ سے تو کہتے ہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مَحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مگر اعتقاد یہ رکھتے ہو کہ محمد ﷺ نے جو بات بھی کہی ہے وہ نَعُوْذُبِاللّٰہِ غلط ہے۔نمازوں کے متعلق حکم دیتے ہیں تو تم نمازیں نہیں پڑھتے ،نکاحوں کے متعلق حکم دیتے ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں ہوتا تو تم یہ بات نہیں مانتے لیکن زبان سے دن رات کہتے جاتے ہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مَحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔جب انسان سچے دل سے کوئی بات کہتا ہے تو اس کے مطابق عمل بھی کرتا ہے لیکن جب عمل کی نیت نہ ہو تو منہ سے کچھ اور کہتا ہے اور عمل سے کچھ اور ظاہر کرتا ہے۔پس میں اِن تمام رُقعے لکھنے والوں کو جو بار بار لکھتے ہیں کہ لڑکی کی مرضی اسی جگہ تھی، عَلَی الْاِعْلَان سمجھا دیتا ہوں کہ ولی کی مرضی کے بغیر ہماری شریعت کوئی نکاح تسلیم نہیں کرتی۔اور اگر ایسا کوئی نکاح ہو تو وہ نکاح نہیں ادھالا ہے۔میں امید کرتا ہوں کہ میرے یہ کہنے کے بعد اب وہ لوگ سمجھ گئے ہوں گے۔لیکن اگر اب بھی نہ سمجھیں تو میں ان کو بتا دیتا ہوں کہ ایسے لوگوں سے ہمیں کوئی ہمدردی نہیں جو اِس قسم کی عورتوں سے شادیاں کرتے ہیں بلکہ ہماری ہمدردی ان غیر احمدیوں اور ان سکھوں سے ہوگی جن کی بیٹیوں کو وہ اپنے گھر میں لے آتے ہیں چاہے وہ لڑکیاں راضی ہی کیوں نہ ہوں۔

میں نے دیکھا ہے اس قسم کے نقائص کی وجہ سے بعض دفعہ عورت کو یہ سکھا دیا جاتا ہے کہ تم کہہ دو میں احمدی ہوں اور فلاں شخص سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔تین چار سال ہوئے امرتسر سے ایک لڑکی یہاں آئی اور کہنے لگی میں احمدیؐ ہونا چاہتی ہوں۔میرا باپ سلسلہ کا شدید مخالف ہے اور میں برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ سلسلہ کو گالیاں دے۔اب میں وہاں سے آ گئی ہوں آپ فلاں شخص سے میری شادی کرا دیں میں نے کہا اگر تم سچ مچ احمدی ہوئی ہو تو پہلے تم یہ اقرار کرو کہ تم اس شخص سے شادی نہیں کرو گی بلکہ کسی اور شریف انسان سے شادی کرو گی۔ورنہ اگر کسی خاص شخص کو تم معیّن کرتی ہو تو اس سے شادی کرنے کے معانی یہ ہیں کہ تم خدا اور اس کے رسول کے لئے احمدی نہیں ہوئی بلکہ اس شخص کے لئے احمدی بنی ہو۔وہ کہنے لگی کہ سچی بات تو یہی ہے کہ میں اسی کی خاطر احمدی ہوئی ہوں۔میں نے کہا تو پھر میں اس شخص سے تمہاری شادی نہیں کر سکتا۔آخر وہ یہاں سے چلی گئی اور اسی شخص کے پاس جا پہنچی۔پھر اس سے اس نے شادی بھی کر لی لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ اس مرد کا ایمان بھی خراب ہوا اور چوری کے الزام میں وہ بعد میں قید بھی ہو گیا۔گویا نقد بہ نقد سزا اُسے مل گئی۔اس نے دوسرے کی لڑکی چرائی تھی خدا نے اُسے

روپیہ کی چوری کے الزام میں ماخوذ کرادیا اور وہ قید ہوگیا اور احمدیت بھی اس کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ تو میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں تا آئندہ ہماری جماعت میں ایسے واقعات رونما نہ ہوں۔

اِس امر کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ لڑکی کی رضامندی محض کوئی چیز نہیں۔ جو لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر کسی خاص شخص پر نظر رکھ کر اُس سے شادی کرلیتی ہے، اسی کا نام ادھالا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں اگر کوئی غیر احمدی لڑکی اس طرح احمدیوں کے پاس آجائے اور وہ کسی خاص آدمی کو مدنظر رکھ کر اس سے شادی کرنے کیلئے آئے تو ہماری جماعت کے دوستوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ ایسی شادی ہرگز نہ ہو، تا ہماری جماعت میں ادھالے کی رسم نہ جاری ہو۔ میں نے یہ مسئلہ اس لئے بتایا ہے تا کہ وہ لوگ جو اس فعل کے ذمہ وار ہیں اور زمیندار بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ جہاں جہاں ایسے واقعات رونما ہوں وہاں ان لوگوں سے ہمیں کوئی ہمدردی نہیں ہوگی جو ولی کی رضامندی کے بغیر کسی لڑکی سے نکاح کرلیں۔ بلکہ ہماری ہمدردی ان لوگوں سے ہوگی جن کی لڑکیوں سے ایسا سلوک کیا گیا۔ اگر ہماری جماعت نے اس طریق کار کو اختیار کیا تو وہ اخلاق قائم کرنے والے نہیں بلکہ اخلاق کو بگاڑنے والے ہوں گے۔ حالانکہ احمدیت اخلاق سنوارنے کیلئے آئی ہے اور میں جیسا کہ بتا چکا ہوں اس قسم کے واقعات کی ذمہ واری بہت حد تک محلوں کے عُہدے داروں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ مساجد کے اجتماع سے صحیح فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اگر مساجد میں ہمیشہ وعظ ہوتے رہیں لوگوں کو بتایا جائے کہ شادی بیاہ کے کیا مسائل ہیں۔ کونسی رسوم منع ہیں۔ کون سے اخلاق احمدیت قائم کرنا چاہتی ہے اور کونسی بُری باتیں وہ دنیا سے دور کرنا چاہتی ہے۔ تو محلے والے ان امور سے آگاہ ہوتے اور گھر والے کبھی یہ شور نہ مچاتے کہ جب لڑکی راضی ہے تو پھر اس نکاح میں کیا حرج ہے۔ ان بیچاروں کو چونکہ یہ مسئلہ معلوم ہی نہ تھا۔ اس لئے وہ اس کی تائید کرنے لگ گئے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے مسلمان کسی کے گھر سے سؤر کا گوشت چرا کر کھالے۔ تو وہ کہے میں نے سؤر کا گوشت چُرا کر نہیں کھایا مالک مکان کی اجازت لے کر کھایا ہے پھر مجھ پر کیوں ناراض ہوتے ہو۔ حالانکہ مسلمانوں کا اعتراض اُس پر یہی نہیں ہوگا کہ تم نے سؤر کا گوشت چرا کر کھایا بلکہ ان کا اعتراض یہ بھی ہوگا کہ تم نے کھایا کیوں۔ اسی واقعہ کے متعلق میں نے دیکھا ہے کئی لوگ شور مچا رہے ہیں کہ جی اس کی مرضی تھی۔ حالانکہ شریعت یہی کہتی ہے کہ اگر ولی کی اجازت نہ ہو تو لڑکی کی ایک مرضی نہیں، ہزار مرضی نہیں، لاکھ مرضی ہو تب بھی کسی شخص کا اسے اپنے نکاح میں لانا نکاح نہیں بلکہ

ادھالا ہے۔مگر دینی مسائل سے ناواقفیت کی حالت یہ ہے کہ وہ ادھالے کو بُرا سمجھتے ہیں مگر خیال کرتے ہیں جب ہم یہ کہہ دیں گے کہ لڑکی کی مرضی یہی تھی تو بات صاف ہو جائے گی۔حالانکہ اس طرح بات صاف نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ پختہ ہو جاتی ہے۔

پس اگر ان مسائل سے لوگوں کو واقف رکھا جاتا تو نہ انہیں شرمندگی اُٹھانی پڑتی اور نہ ان جرائم کا ارتکاب وہ کرتے اور اگر باوجود علم کے وہ ایسے افعال کے مرتکب ہوتے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ ہماری جماعت سے نکلو مگر اب چونکہ لوگوں کو ان مسائل کا علم نہیں اس لئے یہی صورت ہے کہ ہم ان کو سمجھائیں اور انہیں ان مسائل سے واقف کریں پس میں پھر ہر محلّہ کے عہدے داروں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی مسجدوں کو آباد کریں اور محلّہ میں کم سے کم ہفتہ میں ایک دفعہ سلسلہ کے کسی عالم سے شادی بیاہ ،معاملات اور اخلاق وغیرہ جیسے مسائل پر لیکچر دلائے جائیں تا جماعت کے لوگ اُس تعلیم سے فائدہ اُٹھا سکیں جو رسول کریم ﷺ نے ایک اچھے شہری کے متعلق دی ہے۔

مثال کے طور پر ایک موٹی بات بیان کر دیتا ہوں۔پرانے بازار کے آگے جب نیا بازار بنا تو میں بہت خوش ہوًا کہ رسول کریم ﷺ کی اُس تعلیم پر عمل ہونے لگا ہے کہ بازار چوڑے ہونے چاہئیں تا لوگوں اور سواریوں کو گزرنے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔لیکن اب مجھے کبھی بازار سے گزرنے کا اتفاق ہو تو میں دیکھتا ہوں کسی نے دو فٹ آگے بڑھا کر تھڑا بنایا ہوًا ہے اور کسی نے تین فٹ۔پھر چھ مہینے کے بعد گزریں تو وہی تھڑے چار چار فٹ کے بن چکے ہوتے ہیں۔اس طرح تھڑے بازار میں بن بن کر گزرنے کا راستہ پھر ذرا سا رہ گیا ہے حالانکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ راستے میں ذرا سی روک ڈالنے والے پر بھی فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔[۶] جب ذرا سی روک کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رُکاوٹ برستی ہے تو راستے پر قبضہ کرنا کیسا لعنتی کام ہے۔مگر لوگ یہ کام کرتے ہیں حالانکہ انہیں اگر رسول کریم ﷺ کے ارشادات کا علم ہوتا تو وہ کبھی اس طرح راستوں پر قبضہ نہ جماتے۔اور اگر مساجد میں ان امور کے متعلق باقاعدہ وعظ اور لیکچر ہوتے رہتے تو بدعمل بھی اصلاح کر لیتے مگر اس معمولی سے حکم کی ناواقفیت کا نتیجہ یہ ہے کہ گلیوں میں چلے جاؤ تمہیں تھڑے بنے ہوئے نظر آئیں گے۔اور ہر شخص یہی چاہے گا کہ تھوڑا سا وہ آگے بڑھا ہے تو تھوڑا سا میں بھی آگے بڑھ جاؤں۔ان مسائل سے ناواقف رہنے کی وجہ سے معلوم نہیں کتنی لعنتیں پڑتی رہتی ہوں گی۔پس جماعت کے ایمان کی مضبوطی کیلئے ضروری ہے کہ

جماعت کو ان مسائل سے آگاہ کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ کونسے امور ایسے ہیں جو رسول کریم ﷺ نے پسند کئے اور کونسے امور ایسے ہیں جن پر آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ کِن باتوں کا آپ نے حکم دیا اور کِن باتوں سے آپ نے لوگوں کو منع فرمایا۔

اس کے بعد ایک اور امر کی طرف جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ کل مجھے ایک رُقعہ ملا ہے۔ میں لکھنے والے کا نام ظاہر نہیں کرتا۔ اُس نے ایک شخص کی شکایت میرے پاس کی ہے لیکن ساتھ ہی لکھا ہے کہ مَیں ڈرتا ہوں اگر تحقیقات کی گئیں تو چونکہ یہ لوگ ہمارے افسر بنتے ہیں، اس لئے مجھے دق کریں گے اور اس طرح مجھے تکلیف ہوگی۔ اس کے متعلق پہلے تو میں یہی نصیحت کرنی چاہتا ہوں کہ جو کام خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جارہا ہو اُس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ہمیں اس کے نتیجہ میں تکلیف ہوگی۔ کیا جب رسول کریم ﷺ کے صحابہؓ احد کی جنگ میں شامل ہوئے تھے تو وہ اپنے ساتھ یہ چِٹھی لکھوا کر لے گئے تھے کہ انہیں کوئی زخم نہیں لگے گا اور نہ ان میں سے کسی شخص کو دشمن مار سکے گا یا اس نیت سے گئے تھے کہ ہم خدا کیلئے لڑنے جارہے ہیں چاہے مارے جائیں، چاہے زخمی ہوں۔ اگر بعض افسر لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں تو اس لئے دیتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں دوسروں میں بُزدلی پائی جاتی ہے۔ لیکن اگر تمہارے اندر بُزدلی نہیں اور تمہارا اپنے خدا پر ایمان ہے تو دنیا کا ظلم حقیقت ہی کیا رکھتا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان سچی بات کو چھپائے۔ میں اپنی زندگی کی مثال پیش کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے چھ سالہ عہدِ خلافت میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب انجمن پر قابض تھے۔ یہ بسا اوقات خلیفۃ المسیح الاوّل کے خلاف باتیں کرتے۔ اور جب وہ آپ کے لئے یا سلسلہ کے لئے نقصان دِہ ہوتیں تو میں آپ کو بتا دیتا۔ اس پر چہ مگوئیاں بھی ہوتیں۔ میرے خلاف منصوبے بھی ہوتے۔ پھر میں اکیلا تھا اور ان کا ایک جتھا تھا مگر اس چھ سال کے عرصہ میں کبھی ایک منٹ کیلئے بھی مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ میں ان باتوں کو چُھپاؤں۔ پھر میں اگر وہ باتیں بتاتا تھا تو اس لئے نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر احسان جتاؤں بلکہ اس لئے کہ میں اخلاق اور روحانیت کے قیام کیلئے ان باتوں کے انسداد کی ضرورت سمجھتا تھا۔ اس دوران میں بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو میرے متعلق دھوکا اور فریب دیا اور آپ مجھ پر ناراض ہوگئے۔ لیکن میں پھر بھی اپنے فرض کی ادائیگی سے باز نہ آیا۔ ایک واقعہ مجھے اب تک یاد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بیمار تھے جلسہ کے ایام تھے اور آپ کو جلسہ گاہ میں جانے

کے لئے سواری کی ضرورت تھی۔آپ نے مجھے فرمایا تم نواب صاحب سے میرے لئے گاڑی منگوا دو میں ایک مصلحت سے خود گاڑی نہیں منگوا سکتا۔ خیر میں نے انہیں کہا اور فوراً گاڑی آ گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اس میں بیٹھ کر جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے اور آپ نے تقریر شروع کر دی۔ چونکہ عام طور پر آپ کی تقریر دو اڑھائی گھنٹہ کی ہوا کرتی تھی اس لئے میں نے مولوی محمد علی صاحب سے پوچھا کہ گاڑی والا ٹھہرا رہے یا چلا جائے؟ وہ کہنے لگے تقریر لمبی ہوجائے گی اس لئے گاڑی والے کے ٹھہرنے کی ضرورت نہیں اسے بھجوا دیا جائے۔ جب تقریر ختم ہونے والی ہوئی تو گاڑی منگوالی جائے گی۔ چنانچہ میں نے اسے کہہ دیا کہ چلے جاؤ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد آ جانا وہ چلا گیا۔ اِدھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ابھی چند منٹ ہی تقریر فرمائی تھی کہ آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور آپ نے فرمایا اب ہم چلتے ہیں گاڑی لاؤ۔ میں نے فوراً آدمی دوڑایا کہ جلدی گاڑی لائی جائے مگر اسے آنے میں کچھ دیر لگی۔ اس پر حضرت خلیفہ اوّل کو ناراضگی پیدا ہوئی اور آپ پیدل ہی چل پڑے۔ مولوی محمد علی صاحب بھی ساتھ ساتھ تھے۔ راستہ میں آپ فرمانے لگے یہ کیسی سخت غلطی کی گئی ہے۔ سب کو پتہ تھا میں بیمار ہوں مگر پھر بھی گاڑی کو نہیں ٹھہرایا گیا۔ مولوی محمد علی صاحب بھی ہاں میں ہاں ملاتے گئے اور کہنے لگے واقعہ میں ان سے سخت غلطی ہوئی ہے۔ میں نے کہا حضور کی تقریر عام طور پر لمبی ہوا کرتی ہے اس لئے میں نے سمجھا کہ ڈیڑھ دو گھنٹہ تقریر ہوگی اور گاڑی والے کو بھی میں نے اس عرصہ کے اندر آنے کو کہہ دیا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل نے ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا عذر تو ہر شخص کر لیتا ہے ہماری پنجابی میں مثل مشہور ہے، من حرامی حُجتاں ڈھیر، یعنی جب کسی کام کو انسان کا دل نہ چاہے تو وہ کئی عُذر بنالیتا ہے۔ میں یہ سُن کر خاموش رہا اور میں نے یہ نہیں کہا کہ مولوی محمد علی صاحب جو اِس وقت ساری غلطی میرے سر ڈال رہے ہیں، انہوں نے ہی یہ مشورہ دیا تھا اور انہی کے مشورہ پر گاڑی والے کو بھیجا گیا تھا۔

تو جب ہمارے کام محض خدا تعالیٰ کے لئے ہوں تو ان باتوں کی ہمیں پرواہ ہی کیا ہوسکتی ہے۔ پس اس قسم کی باتوں سے ڈرنا اور کہنا کہ جب تحقیقات ہوں گی تو افسر آئندہ ہمیں دِق کیا کریں گے، سخت کمزوری کی علامت ہے اور اِس بات کا ثبوت کہ ایسے شخص کو خدا تعالیٰ کی کامل معرفت حاصل نہیں۔ اب جو باتیں اس نے لکھیں ہیں ان کے متعلق تحقیق تو میں بعد میں کروں گا لیکن ان میں سے ایک بات ایسی ہے جس کے متعلق میں آج ہی کچھ کہنا چاہتا ہوں کیونکہ ممکن ہے وہ بات کسی اور کے کان میں بھی

ڈالی گئی ہو۔ وہ یہ کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ خلیفۃ المسیح نے جو تحریک جدید جاری کی ہے یہ اپنے لئے روپیہ جمع کرنے کیلئے جاری کی ہے اور انہوں نے اس ذریعہ سے جماعت سے بہت سا روپیہ اکٹھا کر لیا ہے۔ مجھ پر خلافت سے پہلے بھی کئی قسم کے اعتراضات ہوتے چلے آئے ہیں اور اب بھی کئی لوگ اعتراض کرتے ہیں اور بہت سے اعتراض ایسے ہوتے ہیں جو معترض پوشیدہ طور پر کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ شاید ان پر پردہ پڑا رہے مگر مالی معاملات میں شروع سے ہی مَیں نے ایسی احتیاط رکھی ہوئی ہے کہ شدید سے شدید دشمن کے سامنے بھی اعتراضات کو غلط ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً بعض لوگ مجھ کو ہدیہ کے طور پر رقم بھجواتے ہیں۔ ایسی رقوم کے متعلق بھی مَیں نے یہ اصل مقرر کیا ہوا ہے کہ وہ پہلے محاسب کے دفتر میں درج ہو کر پھر میرے نام آتی ہیں تا کہ اگر کوئی اعتراض کرے تو دفتر کے رجسٹر کھول کر اس کے سامنے رکھ دئے جائیں کہ دیکھو کتنا روپیہ آیا۔

اسی طرح تحریک جدید کے تمام اموال صدر انجمن احمدیہ کے رجسٹرات میں درج ہوتے اور خزانہ میں داخل ہو کر بلوں کے ذریعہ نکلتے ہیں۔ غرض تحریک جدید کے تمام روپیہ کے متعلق میرا انتظام یہی ہے کہ جو رقم بھی تحریک جدید کی خرچ ہو وہ پہلے صدر انجمن احمدیہ کی طرف منتقل ہو اور اس کی وساطت سے خرچ ہو اور اس سب کا تفصیلی حساب رکھا جاتا ہے۔ صرف ایک مد خاص ایسی ہے جس کے اخراجات مخفی ہوتے ہیں مگر میں اس کے متعلق بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ان مخفی اخراجات کی مد میں سے جو بعض دفعہ خبر رسانیوں اور ایسی ہی اور ضروریات پر جو ہر شخص کو بتائی نہیں جا سکتیں خرچ ہوتی ہیں۔ تین سال کے عرصہ میں صرف چار ہزار کے قریب روپیہ ایسا ہے جو میرے توسّط سے خرچ ہوا۔ اس کا باقی تمام روپیہ دفتر کی وساطت سے خرچ ہوا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں تین سال کے عرصہ میں چھ ہزار ایک سَو ستانوے روپیہ چندہ تحریک جدید میں مَیں نے اور میری بیویوں اور بچوں نے دیا ہے۔ اور اس تین سال کے عرصہ میں آٹھ ہزار روپیہ کے قریب وہ چندہ ہے جو صدر انجمن احمدیہ کو دیا گیا یا جس کا وعدہ ہے۔ اب تم اس اعتراض کی معقولیت کو خود سمجھ لو کہ میں نے تحریک جدید اس لئے جاری کی کہ چار ہزار روپیہ لوں اور چودہ ہزار روپیہ اپنے پاس سے دے دوں؟ بھلا چار ہزار روپیہ کمانے کیلئے مجھے اتنی بڑی تحریک کی کیا ضرورت تھی۔ تحریک جدید کے رجسٹرات کُھلے ہیں۔ وہاں سے ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ چار ہزار کے لگ بھگ رقم میرے توسط سے خرچ ہوئی ہے۔ یہ نہیں کہ اس چار ہزار کا حساب نہیں۔ حساب اس کا بھی ہے مگر

وہ مخفی ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہو جسے آگے بات بیان کرنے کی عادت نہ ہو تو یہ حساب بھی اس شخص کو بتایا جاسکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ یہ چار ہزار روپیہ میں نے اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کیا تو جب یہ دیکھا جائے کہ اس عرصہ میں صرف تحریک جدید میں مَیں نے چونتیس سَو چورانوے روپے چندہ دیا ہے۔ پہلے سال سات سَو بیس دیا تھا۔ دوسرے سال ایک ہزار چونتیس روپیہ اور اس دفعہ سترہ سَو ساٹھ روپیہ۔ گویا چونتیس سَو چورانوے خالص میرا ذاتی چندہ ہے جو میں نے تحریک جدید میں دیا۔ بیویوں بچوں کا چندہ ستائیس سَو روپیہ کے قریب اس سے الگ ہے۔ یہ کُل رقم چندہ کی میری اور میرے بیوی بچوں کی چھ ہزار ایک سَو ستاون بنتی ہے۔ اس کے مقابل پر چار ہزار کے قریب کی رقم میرے توسط سے خرچ ہوئی ہے اور گو حساب اس کا موجود ہے مگر عام حساب سے مخفی نہیں۔ لیکن کیا میرے چندہ کو دیکھ کر اور مجھ پر جو اعتراض کیا گیا ہے اُسے دیکھ کر کوئی بھی شخص کہہ سکتا ہے کہ تحریک جدید کے نام پر میں نے اپنے لئے روپیہ بٹورنے کی کوشش کی۔ اِس اعتراض کو درست تسلیم کر لینے کا مطلب تو یہ ہوا کہ میں نے چار ہزار کمانے کیلئے چھ ہزار ایک سَو ستاون روپیہ خرچ کیا۔ پھر میں ان لوگوں کو جنہوں نے یہ اعتراض کیا کہتا ہوں کہ ہمارے سارے خاندان کا صرف تحریک جدید کا چندہ اس عرصہ کا بیس ہزار سات سَو پچانوے روپیہ بنتا ہے۔

اب اگر یہ درست ہے کہ ہم نے اس چندہ سے چار ہزار روپیہ چُرا لیا تو ایسی چوری یہ معترض خود کیوں نہیں کرتے۔ اس چوری میں مَیں ان کی مدد کرنے کیلئے تیار ہوں۔ وہ اکیس اکیس ہزار کی رقم دیتے جائیں اور چار چار ہزار کی تھیلیاں نکال کر ہم باہر رکھ دیں گے وہ انہیں چُرا کر لیتے جائیں اور خوب مزے اُڑائیں۔ پھر تین سال میں چار ہزار روپیہ لینے کے معنے یہ بنتے ہیں کہ میں نے قریباً سَوا سَو روپیہ ماہوار اس تحریک سے لیا مگر کیا تم سمجھتے ہو تم نے ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے جو سَوا سَو روپیہ ماہوار کھانے کیلئے ساری جماعت میں ایک شور پیدا کر دیتا ہے۔ پس ایسا اعتراض کرنا اس کی ذلت نہیں تمہاری اپنی ذلّت ہے کہ تم نے ایک ایسے شخص کو اپنا امام چُنا جس نے (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) سَوا سَو روپیہ ماہوار کھانے کیلئے اتنا بڑا ہنگامہ برپا کر دیا۔ پھر رجسٹرات موجود ہیں وہ جا کر دیکھو تمہیں معلوم ہوگا کہ سَوا سَو روپیہ ماہوار سے زیادہ تو میں نے چندہ ہی دیا ہے۔ اب اگر اسی کا نام لوٹ ہے تو یہ لوٹ تم بھی شروع کر دو ہمیں منظور رہے۔ تم بھی چار چار ہزار روپیہ لوٹ کر لیتے جاؤ اور اکیس اکیس ہزار روپیہ دیتے

جاؤ۔ اگر معترض اسی طرح کرنے لگیں تو ہمیں فی ایسی چوری میں جو سترہ سترہ ہزار کا نفع ہوگا اور اگر ایک ہزار آدمی کا ہمیں ایسا مل جائے تو کئی لاکھ روپے سالانہ کی بچت ہو جائے۔

میں نے جیسا کہ بتایا ہے اس الزام کی تحقیقات تو بعد میں کروں گا ممکن ہے یوں ہی دوسرے پر اتہام لگا دیا گیا ہے اور اس نے یہ بات نہ کہی ہو۔ لیکن چونکہ ممکن ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایسا خیال موجود ہو اور اس نے کسی سے اس کا ذکر کیا ہو اس لئے ایسے لوگوں کے پراپیگنڈا کو رڈ کرنے کیلئے میں نے بتایا ہے کہ تحریک جدید کا تمام روپیہ صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں جاتا اور اسی کی معرفت خرچ ہوتا ہے اور وہ رقم جو خفیہ اخراجات کے لئے رکھی گئی ہے وہ البتہ میرے ذریعہ سے خرچ ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے وہ ساری رقم تین سال میں چار ہزار کے لگ بھگ بنتی ہے۔ حالانکہ تین سالہ میرا چندہ قریباً ساڑھے تین ہزار اور میرے بیوی بچوں کا ملا کر چھ ہزار ایک سَو ستاون کے قریب ہے اور اگر اپنے بھائیوں بہنوں اور دوسرے رشتہ داروں کا چندہ ملا لیا جائے تو ہم نے ان تین سالوں میں اکیس ہزار کے قریب چندہ دیا ہے اور میرے ذمہ جو روپیہ آتا ہے وہ چار ہزار ہے۔ اب تم خود ہی اس اعتراض کی معقولیت سوچ لو کہ میں نے یہ تحریک جدید اس لئے جاری کی کہ میں نے چاہا کہ ہم اکیس ہزار دے کر سلسلہ کا چار ہزار روپیہ لوٹ لیں گے؟ اگر کہو کہ بیوی بچوں کا چندہ اس میں کیوں ملاتے ہو انہوں نے اپنے اخلاص سے الگ دیا تھا۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ بہر حال میں نے بھی تو ساڑھے تین ہزار چندہ دیا ہے۔ اب اگر میں نے چار ہزار روپیہ کھا لیا ہے اور جو کچھ کام ہوُا ہے وہ سب معترضین کی توجہ سے ہوا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ چار ہزار میں نے کھایا اور ساڑھے تین ہزار دیا۔ یعنی تین سال میں مَیں نے پورے پانچ سَو روپے زائد وصول کئے جو سالانہ ایک سَو چھیاسٹھ روپے ہوتے ہیں اور ماہوار کے حساب سے پونے چودہ روپے ماہوار بنتے ہیں۔ گویا تحریک جدید کے متعلق میں نے جس قدر خطبات پڑھے، جتنی تقریریں کیں، جتنی سکیمیں سوچیں، جتنا شور اور ہنگامہ برپا کیا وہ محض اس لئے تھا کہ کسی طرح میں پونے چودہ روپے ماہوار سلسلہ کے کھا جاؤں۔ حالانکہ اگر میں خطبے اور تقریریں نہ کرتا اور صرف ایک کتاب لکھ دیتا تب بھی اس سے دُوگنی بلکہ چَوگنی رقم ماہوار کما سکتا تھا۔ مگر میں نے تو یہ بھی کبھی نہیں کیا اور کتابیں لکھ کر سلسلہ کو دے دیتا ہوں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں کماتا ہوں اور خدا نے مجھے عقل اور فہم دیا ہے۔ ابھی پچھلے سال میں

نے تحریک جدید کا گیارہ ہزار روپیہ ایک نفع مند کام پر لگایا اور سات مہینوں میں دو ہزار روپیہ نفع کا ان کو دلا دیا۔ جو سال بھر میں تین ہزار بن جاتا ہے اور تیس فیصدی کے قریب نفع بنتا ہے۔ جب ایک شخص ان کو اس قدر کما کر دے سکتا ہے تو وہ خود بھی روپیہ کما سکتا ہے۔ اور میں نے جیسا کہ بتایا ہے کہ کماتا ہوں مگر یہ اعتراض جو کیا گیا اس میں معقولیت کا شائبہ تک نہیں اور اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں بنتا کہ میں نے پونے چودہ روپے ماہانہ کیلئے یہ تمام پاکھنڈ مچایا۔

غرض ان لوگوں کو جو اس قسم کے اخلاقی حملے کرتے ہیں میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ شاید وہ اس قسم کے اعتراضات سے کسی ناواقف کو دھوکا دے لیں مگر مالی معاملات کے متعلق میں جو بھی کام کرتا ہوں رجسٹروں کے ذریعہ کرتا ہوں۔ اِس لئے جب بھی کوئی شخص حملہ کرے اسے وہ رجسٹرات دکھائے جا سکتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ میرا ہی دینا نکلے گا میرے ذمہ کسی کا کچھ نہیں نکلے گا۔ پس اس قسم کے حملہ کرنے والوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب ان کے اعتراضات کی حقیقت لوگوں پر کھل گئی ان کیلئے سخت ذِلّت و رُسوائی ہوگی۔ باقی میں کبھی لوگوں کے پاس مانگنے نہیں گیا اور میں نے جب بھی کوئی تحریک کی ہے مرضی کی کی ہے۔ اگر کسی کا جی چاہتا ہے تو وہ میری تحریکات میں شامل ہوا اور اگر نہیں چاہتا تو نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی روپیہ دیتا اور پھر اعتراض کرتا ہے تو میں اُس شخص سے کہوں گا کہ تجھے کس نے کہا تھا کہ تُو روپیہ دے۔ میں تو اُس سے روپیہ مانگتا ہوں جو اگر مجھے دس کروڑ روپیہ بھی دے تو وہ یہ سمجھ کر دے کہ یہ روپیہ اس کے اپنے پاس اتنا محفوظ نہیں جتنا میرے پاس محفوظ ہے۔ میں تو کچھ عرصہ سے امانت بھی اپنے پاس نہیں رکھتا، صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں رکھواتا ہوں۔ اسی طرح جس قدر چندے آتے ہیں صدر انجمن احمدیہ کے پاس جاتے ہیں۔ تحریک جدید کا روپیہ بھی اسی کے خزانہ میں ہے اور اسی کے ذریعہ خرچ ہوتا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہؤا ہے کہ تحریک جدید کا روپیہ صدر انجمن میں نہیں جاتا، کہیں الگ چُھپا کر رکھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ تحریک جدید کی تمام رقوم پہلے صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں جاتی اور پھر بِلوں کے ذریعہ دفتروں میں جاتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مدِّ خاص کے اخراجات عام لوگوں سے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں۔ لیکن اس مد میں جو میرے ذریعہ سے خرچ ہؤا وہ تین سال میں صرف چار ہزار روپیہ کی رقم ہے اور اس کے مقابل پر اکیس ہزار کی رقم ہمارا خاندان دے چکا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ان معترضوں کی وجہ سے مجھے ان حقائق کو ظاہر کرنا پڑا اور نہ مجھے تو دینی خدمات کا ذکر کرتے

ہوئے بھی شرم آتی ہے۔

میں آخر میں ان لوگوں کو جو یہ اعتراض کرتے ہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ان کا مجھ پر اِس قسم کے حملے کرنا کوئی معمولی بات نہیں وہ مجھ پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر حملے کر رہے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اور اُسی نے اپنی تائید اور نصرت کو ہمیشہ میرے شاملِ حال رکھا ہے اور سوائے ایک نابینا اور مادرزاد اندھے کے اور کوئی نہیں جو اِس بات سے انکار کر سکے کہ خدا نے ہمیشہ آسمان سے میری مدد کیلئے اپنے فرشتے نازل کئے۔ پس تم اب بھی اعتراض کر کے دیکھ لو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان اعتراضات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اس قسم کے اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی کئے گئے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب کسی نے ایسا ہی اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا تم پر حرام ہے کہ آئندہ سلسلے کیلئے ایک حبہ بھی بھیجو۔ پھر دیکھو کہ خدا کے سلسلے کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ میں بھی ان لوگوں کو اسی طریق پر کہتا ہوں کہ تم پر حرام ہے کہ آئندہ ایک پیسہ بھی سلسلہ کی مدد کیلئے دو۔ اور گو میری عادت نہیں کہ میں سخت لفظ استعمال کروں مگر میں کہتا ہوں کہ اگر تم میں ذرہ بھی شرافت باقی ہو تو اس کے بعد ایک دمڑی تک سلسلہ کیلئے نہ دو اور پھر دیکھو سلسلہ کا کام چلتا ہے یا نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ غیب سے میری نصرت کا سامان پیدا فرمائے گا اور غیب سے ایسے لوگوں کو الہام کرے گا جو مخلص ہوں گے اور جو سلسلہ کیلئے اپنے اموال قربان کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھیں گے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مقبرہ میں دفن ہونے کے بارہ میں میرے اہل وعیال کی نسبت خدا تعالیٰ نے استثناء رکھا ہے اور وہ وصیت کے بغیر بہشتی مقبرہ میں داخل ہوں گے اور جو شخص اس پر اعتراض کرے گا وہ منافق ہوگا۔ اگر ہم لوگوں کا روپیہ کھانے والے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ایک امتیازی نشان کیوں قائم فرماتا اور بغیر وصیت کے ہمیں مقبرہ بہشتی میں داخل ہونے کی کیوں اجازت دیتا۔

پس جو ہم پر حملہ کرتا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ کرتا ہے اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ کرتا ہے وہ خدا پر حملہ کرتا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ باغ میں گئے اور فرمایا مجھے یہاں چاندی کی بنی ہوئی قبریں دِکھلائی گئی ہیں اور ایک فرشتہ مجھے کہتا ہے کہ یہ تیری اور تیرے اہل وعیال کی قبریں ہیں اور اسی وجہ سے وہ قطعہ آپ کے خاندان کیلئے مخصوص کیا گیا ہے۔ گو یہ خواب اِس طرح چھپی ہوئی نہیں لیکن مجھے یاد ہے کہ آپ نے اسی طرح ذکر فرمایا۔ پس خدا نے

ہماری قبریں بھی چاندی کی کر کے دکھادیں اور لوگوں کو بتادیا کہ تم تو کہتے ہو یہ اپنی زندگی میں لوگوں کا روپیہ کھاتے ہیں اور ہم تو ان کے مرنے کے بعد بھی لوگوں کو ان کے ذریعہ سے فیض پہنچائیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ ہماری مٹی کو بھی چاندی بنارہا ہے اور تم اعتراضات سے اپنی چاندی کو بھی مٹی بنارہے ہو۔ چونکہ منافق عام طور پر پوشیدہ باتیں کرنے کا عادی ہوتا ہے اس لئے میں نے کُھلے طور پر ان باتوں پر روشنی ڈال دی ہے ورنہ مجھے اِس بات سے سخت شرم آتی ہے کہ میں خدا تعالیٰ کیلئے کچھ چندہ دوں اور پھر کہتا پھروں کہ میں نے اتنا چندہ دیا ہے۔ مگر چونکہ یہ ایک سوال اُٹھایا گیا تھا اس لئے مجھے مجبوراً بتانا پڑا کہ اگر اپنے تمام خاندان کا چندہ ملا لیا جائے تو اس رقم سے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ میں نے کھالی، پانچ گُنا زیادہ رقم ہم چندہ میں دے چکے ہیں اور جو رقم صرف میرے اہل وعیال کی طرف سے خزانہ میں داخل ہوئی ہے، وہ بھی اس سے زیادہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی عقلمند یہ تسلیم نہیں کرے گا کہ ہم نے پانچ گُنے زیادہ رقم اس لئے خرچ کی تا اس کا پانچواں حصہ کسی طرح کھا جائیں۔ پس ان لوگوں کو جو یہ اعتراض کرتے ہیں خدا تعالیٰ کا خوف کرنا چاہئے اور اُس وقت سے پیشتر اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے جبکہ ان کا ایمان اُڑ جائے اور وہ دہریہ اور مرتد ہو کر مریں۔

(الفضل ۲؍جولائی ۱۹۳۷ء)

۱،۲،۳ بخاری کتاب الاذان باب فضل صلوٰۃ العشاء فی الجماعة

۴ دارقطنی کتاب النکاح جلد۲ صفحہ ۱۳۵ مطبوعہ بیروت ۱۹۹۴ء

۵ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (الضُّحٰى: ۱۰)

۶ ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب المواضع التی نھی عن البول فیھا